يقوم اتبعون أهدكم سبيل الرشاد

المكتبة العالية العلمية

(1)

بسم الله الرحمن الرحيم ؕ

تاریخ: _____ حوالہ نمبر: _____

التَّرَدُّ الأثير في بعض الملاحظات على مقالة الأخ غلام مبشر

الحمد لله الذي هدانا لهذا و ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

أما بعد .

رسالہ "دعوت اہلحدیث" اردو شمارہ-۱۶۵ میں برادرم حافظ تنویر احمد جمالی حفظہ اللہ آف نواب شاہ کا مقالہ بعنوان

"وضو سے قبل "بسم اللہ" کس طرح پڑھنی چاہیے"؟ نظر سے گزرا مقالہ موضوع کے اعتبار سے ماشاء اللہ کافی بہتر تھا۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ دنیا و عقبیٰ[1] میں بہتر جزا عطا فرمائے۔ آمین

لیکن مجھے اگلے اس مقالہ میں (چند علمی) تسامحات نظر آئے، اس لئے مناسب سمجھا کہ انکا ازالہ کیا جائے، خصوصاً ایک تسامح میں کہ بڑے جلیل القدر علماء و محدثین واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً حافظ الدنیا ابن حجر علامہ ناصر الدین الالبانی، محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہم اللہ اور شیخ شعیب الأرنؤوط، شیخ سلیم الہلالی حفظہما اللہ

(1) ملاحظہ ہو: عجالۃ الراغب المتمنی -(۱/۷۱/۲ ۲۹)

جس نکتہ پر یہ شارح علمی اہمیت کا حامل ہے، جس پر ایک حدیث کی صحت وضعف کا دارومدار ہے۔ اس لئے اسکی وضاحت ضروری محسوس ہوئی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے حق وسچ لکھنے اور اس پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم آمین۔

محترم مدظلہ صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں:

جائزہ:- یہ روایت (یعنی حدیث ابی ہریرہؓ "إذا توضأت") چند وجوہات کی بناء پر ضعیف و مردود ہے۔

پہلی وجہ:- امام طبرانیؒ نے استاد احمد بن مسعود الخزنبری کی توثیق کسی بھی امام ومحدث نے نہیں کی گویا وہ مجہول ہیں۔ اھ۔

(اس پر عرض ہے کہ
کسی راوی پر مجہول کا لفظ کا اطلاق کرنے سے مجہول العین
مراد ہوتا ہے، یعنی وہ راوی جس سے صرف ایک راوی روایت کرتا
ہو اور اسکی کسی محدث نے توثیق نہ کی ہو،

محترم موصوف نے احمد بن مسعود زبیری کو اس لئے مجہول
لکھا ہے کہ اسکی (انکے نزدیک کسی محدث نے توثیق نہیں کی) لیکن
انکی یہ تعبیر درست نہیں،
بلکہ انکو اگر توثیق نظر نہیں آئی تو کم از کم انہیں نے حافظ
ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب "سیر اعلام النبلاء" (۱۵/۳۳۳) اور
تاریخ الاسلام کو (۸۸/۷۴) کو ضرور مدنظر رکھا ہوگا،
ان میں ہے کہ ان سے (یعنی محدث زبیری سے) روایت لینے والوں
امام طبرانی، ابو بکر احمد بن المقری، امام ابن یونس، امام ابن شاہین
اور عمار بن محمد بن مخلد التمیمی کا نام مذکور ہے، یعنی یہ پانچ رواۃ
اس سے روایت کرتے ہیں۔ (روایت کرنے والے اور بھی ہیں) تو جس سے پانچ
رواۃ روایت کرنے والے ہوں تو وہ مجہول العین کیسے ہو سکتا
ہے؟ بلکہ مجہول الحال یا مستور کہتے۔ جس سے ظاہر ہوتا
کہ اسکا عین مجہول نہیں بلکہ اسکے حالات مجہول ہیں،
انکی اس تعبیر سے محدث زبیری مجہول الحال یا مستور
نہیں بلکہ مجہول العین (معلوم ہوتا ہے) حالانکہ یہ تعبیر درست نہیں
بلکہ وضاحت کرنی چاہئے،
مزید یہ کہ محدث زبیری مجہول الحال یا مستور بھی
نہیں بلکہ اسناد ہذا حسن، حسن الحدیث کا ہے،

(۳۵)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ "السیر" میں فرماتے ہیں: المحدث له رحلة و فضل.

اور "تاریخ الاسلام" میں فرماتے ہیں: من الرحالة.

شیخ نایف بن صلاح المنصوری امام ذہبیؒ مذکورہ اقوال نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: "قلت: (ثقة) ولو كان هناك ما يطعن فيه لأجل لذكره، فإن البخاري مشهور بالرحلة و طلب الحديث،" (۱)

ارشاد الناصی... ص ۱۸۵

اگر کسی کو اس سے اختلاف ہو تو اس کے لئے ہم عرض کیے دیتے ہیں کہ امام مسلمہ بن قاسم قرطبی اسکی توثیق کی ہے،

آپ فرماتے ہیں: "لا بأس به، وكان مسهل الرواية اذا جاءت الالفاظ المختلفة، و معناها واحد، و قال: دعوها كما هي"

ثقات ابن قطلوبغا (متوفی: ۷۲۷) بحوالہ "الاشتغال.. ۳۷۴/۲) للشیخ محمود سعید ممدوح،

لہذا یہ راوی کم از کم صدوق درجے کا ہے، اور اسکی حدیث حسن لذاتہ ہوگی

باقی روایت کا متن بالکل واضح ہے،

---

(۱) ویسے بھی بعد والے ادوار میں محدثین نے رواہ پر وہ تشدد جو زیادہ تھا جو اوائل کے محدثین رواۃ کے بارے میں رکھتے تھے، اور انکا تشدد بجا تھا کیونکہ وہ زمانہ احادیث حفظ کا تھا، مگر بعد والے ادوار میں اکثر حفظ کے بجائے کتب کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، اسی لئے راوی کی عدالت اور اتقان کو دیکھتے ہے، جبکہ اصول درست ہوتا ہے تو محدثین کرام اسکو نشر کر دیتے ہے، السیر ۶۹/۱۶-۷۰

اسی طرح اسی صفحہ ۱۸ پر آگے لکھتے ہیں، "

تیسری وجہ، علی بن ثابت کا تعین اور اسکے حالات [redacted] بھی نامعلوم ہیں گویا کہ وہ بھی مجہول ہے، اھ۔

تو اس پر عرض ہے کہ علی بن ثابت کا بحمد اللہ تعالیٰ تعین بھی ہے اور اسکے حالات بھی معلوم ہیں اور وہ ثقہ بھی ہے۔

ابن حجرؒ نے "نتائج الافکار" (۱/۲۲۷) میں امام طبرانیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ علی بن ثابت عزرۃ بن ثابت کا بھائی ہے، اور یہ خود فرماتے ہیں کہ عزرۃ صحیح بخاری کے رجال میں سے ہے اور اسکا بھائی علی مجہول ہے،

لہذا یہ تعین ہوگیا کہ یہاں علی سے مراد عزرۃ بن ثابت کا بھائی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کو اسکا شاید ترجمہ نہیں مل سکا اس لئے مجہول قرار دیا ہے۔ لیکن مجھے اسکا ترجمہ اور توثیق مل گئی ہے۔ والحمد للہ۔ ترجمہ اور [redacted] توثیق ملاحظہ ہو۔

امام ابن ابی حاتمؒ "الجرح والتعدیل" میں فرماتے ہیں

علی بن ثابت بن عمرو بن الخطب البصری الانصاری أخو عزرۃ بن ثابت۔

(روی عن: نافع، ومحمد بن یزید، ومحمد بن زیاد۔

روی عنہ: سعید بن أبی عروبۃ، وعمران القطان، وحماد بن سلمۃ، وسوید بن ابراھیم سمعت أبی یقول ذالک۔

ناعبد [redacted] أنا عبد اللہ بن أحمد بن [redacted] محمد بن حنبل فیما کتب إلیّ قال سمعت ابی یقول: علی بن ثابت بن أبی زید الأنصاری ثقۃ۔

حدث عنه: سعيد بن أبي عروبة وحماد بن زيد وأخوه عزرة بن ثابت وأخوه محمد بن ثابت،

ناعبد [redacted] الرحمن قال سألت أبي عن [redacted] علي بن ثابت [redacted] (أخي عزرة) و محمد ابني ثابت فقال: لا بأس به

(الترجمة: ٩٦٨)

یعنی امام احمد رحمہ اللہ نے ایک دفعہ ثقہ، اور یہی "لا بأس به" کہا۔ لہذا علی بن ثابت ثقہ وصدوق راوی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز

صفحہ (۲۱) پر [redacted] (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ [redacted] مروی اس حدیث " قال : ابو موسیٰ اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقوضا فسمعتہ [redacted] یدعو یقول :

اللھم اغفرلی ذنبی و وسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی "

کو "سنن کبریٰ للنسائی" سے نقل کرنے کے بعد " جائزہ " میں [redacted] اس پر منعف کا حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں :

اس دعا کو قبل وضوء رکھا جائے یا دوران وضوء کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ سند سے یہ روایت ثابت نہیں بلکہ ضعیف و منقطع ہے۔ اسکا انقطاع ابو مجلز اور ابو موسیٰ کے مابین عدم لقاء ہے۔ اور پھر اسکے بعد چند علماء مثلاً ابن حجر، امام میرٹھی، علامہ البانی، شیخ ابن باز رحمہ اللہ اور آخر میں شیخ شعیب الارناؤوط کے حوالے پیش کئے کہ انہوں نے بھی اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے۔

پھر آخر میں اپنے ریمارکس دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

ان علماء کے اس دعوے کا اتمام حجت اس سے بھی ہوتا ہے کہ بیسیوں برس گذرنے [redacted] کے باوجود بھی کوئی ابو مجلز و ابو موسیٰ کا باہمی لقاء و سماع ثابت نہیں کر سکا۔ لہٰذا ان حقائق کے پیش نظر یہ روایت بھی ضعیف ہی ثابت ہوئی۔ ایضاً۔

دو باتیں

میں یہاں [redacted] باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱- انکا یہ کہنا کہ بیہودہ بریسی گذرجاتے .... الخ. تو [redacted] بھی انتہائی عجیب ہے، اگر [redacted] محض یہ طریقہ بھی امام حجت ہے تو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابن حجر رحمہ اللہ ۲ سو پر صدی ہجری کے ہیں، اور ابن حجر تک اسی حدیث کو کسی نے بھی انقطاع کی وجہ سے ضعیف نہیں کہا۔ تو کیا محترم موصوف اسی حدیث کی صحت کے لئے اسی امام حجت کو ماننے کے لئے تیار ہیں؟

۲- [redacted] یہ حدیث بحمد اللہ تعالیٰ ضعیف نہیں اور نہ ہی منقطع ہے، بلکہ متصل اور [redacted] صحیح ہے۔ [redacted] اور ابن حجر نے جو اس حدیث کو ضعیف کرنے کے لئے انقطاع کا سبب بتایا ہے وہ درست نہیں بلکہ اسی میں نظر ہے۔

ابن حجر علامہ نوویؒ کی تصحیح پر تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وأما حكم الشيخ على الاسناد بالصحة ففيه نظر؛ لأن أبا مجلز لم يلق سمرة بن جندب ولا عمران بن حصين فيما قاله علي بن المديني، وقد تأخرا بعد أبي موسى. ففي سماعه من أبي موسى نظر، وقد عهد منه الارسال ممن لم يلقه، ورجال الاسناد المذكور رجال الصحيح الا عباد بن عباد وهو ثقة (نتائج الأفكار لتحقيق الشيخ حمدي عبد المجيد السلفي (۱/۲۶۳)

یعنی "اور باقی جو شیخ (یعنی علامہ نوویؒ) [redacted] اسناد پر صحت کا حکم [redacted] تو اس میں نظر ہے،

کیونکہ امام علی بن المدینی کے قول کے مطابق ابو مجلز نے سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین سے ملاقات نہیں کی،

(9)

اور وہ دونوں ابو موسیٰ کے بعد فوت ہوئے ہیں[1] تو اس لحاظ سے اسکا (ابو مجلز) ابو موسیٰ سے سماع میں نظر ہے، اور اس نے اس کو ارسال کیا ہے جس سے اس نے ملاقات نہیں کی، اور مذکورہ اسناد کے رجال صحیح (یعنی صحیح بخاری) کے ہیں سوائے عباد بن عباد کے اور وہ ثقہ ہے۔ واللہ اعلم۔ نتائج الافکار تحقیق الشیخ حمدی عبدالمجید السلفی ۱/۲۶۳)

حافظ ابن حجر نے ابو مجلز کے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے سماع کا اس لئے انکار کیا ہے کہ جب وہ سمرۃ بن جندب اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے ملاقات نہ کرسکا (جب کہ وہ دونوں ابو موسیٰ کے بعد فوت ہوئے ہیں اور ابو موسیٰ ان سے پہلے فوت ہوا ہے) تو پھر پہلے فوت ہونے والے (ابو موسیٰ) سے کیسے ملاقات کرسکتے ہیں؟؟؟

حالانکہ انکا یہ اعتراض درست نہیں۔ انکا یہ اعتراض تب درست ہو سکتا تھا کہ جب ابو مجلز نے سمرۃ بن جندب اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کا سن سے ادراک ہی نہ کیا ہو یعنی زمانہ ہی نہ پایا ہو کہ جب بعد میں وفات پانے والے

---

(1): ابن حجر، تقریب میں فرماتے ہیں: مات بالبصرة سنة ثمان وخمسين یعنی ۵۸ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے ہیں، (یعنی سمرۃ بن جندب) اور عمران بن حصین کے بارے میں کہتے ہیں مات سنة اثنتين وخمسين بالبصرة۔ یعنی بصرہ ۵۲ھ میں فوت ہوئے (ایضاً ص ۲۹۹) اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں: مات سنة خمس وقيل بعد ها، یعنی ۵۰ھ میں فوت ہوئے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکے بعد فوت ہوئے ہیں۔ (ایضاً ص ۸۳)

تما هو مصرح فی "المعجم الکبیر" (١) للطبرانی بسند جید. ولکنه لم یسمع من أبی هریرة، وقد تأخر وفاته بعد عثمان بمدة مدیدة - فهذا شیئ لا طائل تحته، والله الموفق للصواب

(ص ٩٥) یعنی "اس میں دلیل ہے، کیونکہ ضروری نہیں کہ تابعی نے اگر کسی نے ایسے صحابی سے سماع نہیں کیا جو کچھ عرصہ بعد فوت ہوا ہو تو اس نے کچھ عرصہ پہلے فوت ہونے والے سے بھی اس نے سماع نہ کیا ہو،

حسن بصری کو دیکھیں اس نے عثمان رضی اللہ کا خطبہ سنا ہے - جیسا کہ امام طبرانی کی "المعجم الکبیر" میں سند جید کے ساتھ اسکی صراحت موجود ہے، لیکن اس نے ابو ہریرہ سے نہیں سنا. بلکہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ عرصہ بعد فوت ہونے میں. پس یہ ایسی چیز ہے جس کے ذریعے

اللہ ہی درست بات کی توفیق دینے والا ہے۔ واللہ أعلم (ص ٩٥)

ہاں محترم موصوف اگر یہ موقف اختیار کریں کہ سند کے اتصال کے لئے ضروری ہے کہ زندگی میں ایک ہی دفعہ راوی اور مروی عنہ کے مابین لقاء یا ایک مرتبہ سماع کی تصریح ثابت ہو، تو اسی بناء پر ابو مجلز اور ابو موسی کے مابین انقطاع وعدم سماع کا حکم لگا سکتے ہیں، لیکن اسی موقف میں نظر ہے، راجح بات یہی ہے کہ راوی کا مروی عنہ سے ادراک ثابت ہو اور بس، باقی اگر محدثین کرام کسی راوی [redacted] پر زمانہ کے ادراک کے باوجود کسی مخصوص راوی سے ارسال کا حکم لگائیں تو وہ الگ بات ہے، تو اس سے اسکی روایت مرسل رہیگی، باقیوں سے متصل،

محترم موصوف کی طرز سے تو یہی لگ رہا ہے کہ شاید انکے نزدیک اتصال کے لئے محض زمانے کا ادراک کافی نہیں بلکہ لقاء اور سماع کا ثابت ہونا شرط ہے۔

لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ابن حجر کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے یہ بات کہی ہو، واللہ أعلم۔

لیکن بہرحال اسکا میں نے تدارک کر دیا ہے کہ یہ اعتراض مسرد سے ہی قابل توجہ نہیں،

محدث العصر شیخ زبیر علی زئی نے مقالات (۲۰۷/۲) میں اس روایت کو ابو مجلز اور ابو موسی کے مابین عدم ثبوت لقاء کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

فرماتے ہیں: لیکن یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے، ابو مجلز کی میں کا ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت

یہ تھی جد امجد رحمہ اللہ کی تعلیق کے انھوں نے مثال دیکر واضح کیا کہ ابن حجر رحمہ اللہ کا اعتراض قابل التفات نہیں، جسکی میں نے اپنی کلام سے اچھی طرح وضاحت کردی ہے،

تنبیہ :- سابقہ صفحات میں ابن حجر رحمہ اللہ کا جو قول انکی کتاب "نتائج الافکار" سے نقل کیا گیا ہے۔ اسی میں انکے الفاظ ہیں "وقد عهد منه الارسال عمن لم يلقه"۔

مگر علامہ البانی نے امام سیوطی کی کتاب "تحفۃ الابرار بنکت الاذکار" سے ابن حجر کے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اسی طرح ہیں "وقد عهد منه الارسال عمن يلقاه"۔

اسکا معنی یہ بنتا ہے کہ اسی (ابو مجلز) نے جس سے ملاقات کی اسی سے ارسال کیا ہے۔ تو یہ الفاظ درست نہیں، جس کا غلط ہونا سیاق کلام سے ثابت ہو جاتا ہے، اور ان الفاظ سے ابن حجر کا بنیادی اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ تو ابو مجلز اور ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ کا عدم لقاء کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور دلیل امام علی بن المدینی کے قول سے لے رہے ہیں، تو کیا یہ عجیب نہ ہوگا کہ دلیل عدم لقاء کی لے رہے ہیں اور عدم لقاء ہی کو ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ہم کہہ رہے ہیں کہ اسی سے ارسال تھا جس سے ملاقات کی ہے، مزید کی بات کہ اسی سے تو خود ابن حجر رحمہ اللہ پر رد ہو رہا ہے کہ وہ خود مان رہے ہیں کہ ابو مجلز نے ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے، تو جب ادراک بھی کیا ملاقات بھی ہے مگر ہم بھی ارسال! یعنی اسی طرح انکے قول ہی سے عدم انقطاع ثابت ہو رہا ہے،

چنانچہ آپ ابن حجر کی اسی بات "واذا اردی عمن عامرہ بالعنعنۃ المحتملۃ لم یعمل علی السماع فی الصحیح المختار الخ

یعنی " اور جب روایت کرے (یعنی کوئی راوی) ایسے سے جس کا اس نے زمانہ پایا ہو ایسے صیغہ سے جس میں سماع و عدم سماع دونوں کا احتمال ہو تو راجح قول میں وہ سماع پر محمول نہیں کیا جائیگا ،

تو اس پر شیخ رحمہ اللہ تعلیق لگاتے ہوئے فرماتے ہیں ، بل الراجح أن عنعنۃ غیر المدلس محمولۃ علی السماع کما ذھب الیہ الامام مسلم وغیرہ إلا اذا جاءت القرینۃ النافیۃ للسماع (ص ۱۵)

اس سے ثابت ہوا کہ شیخ رحمہ اللہ نے ابن حجر کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے ابو معلل اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے مابین عدم ثبوت لقاء کا حکم لگایا ہے۔

حالانکہ اگر وہ تھوڑا ابن حجر کے کلام پر غور فرماتے تو انکے سامنے اسی اضطراب کا عقدہ ہی کھل جاتا کہ انکے (ابن حجر) کلام سے کیا ظاہر ہو رہا ہے ، اور انکے اسی اعتراض کی توجیہ کیا ہو سکتی ہے ورنہ وہ لقاء کے ثبوت کا نہ کہتے ، اور نہ ہی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ..

شیخ رحمہ اللہ کی مذکورہ عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ، بلکہ راجح بات یہ ہے کہ بلاشبہ مدلس (راوی) کے علاوہ کا

عنعنہ سماع پر محمول ہے جیسا کہ اسی طرف امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ گئے ہیں، الا کہ کوئی عدم سماع کا قرینہ آجائے، اھ۔

لھذا بات واضح ہوگئی کہ شیخ رحمہ اللہ کا منہج ثبوت ادراک والا ہے نہ کہ ثبوت لقاء وسماع والا۔

تو جب ابن حجرؒ کا اعتراض عدم ادراک پر والا نہیں بلکہ عدم لقاء وعدم سماع والا ہے، تو شیخ رحمہ اللہ اسی اعتراض کو کیوں قبول کرسکتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ یہ غلطی ان ابن حجرؒ کی بات پر غور نہ کرنے سے ہوئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مزید ہمنے یہ بھی وضاحت کردی کہ انکا اعتراض اگر عدم ادراک والا ہوتا تو بھی درست تھا، لیکن جیسا پہلے گذرا کہ انکا اعتراض عدم ادراک والا نہیں بلکہ عدم لقاء وعدم سماع کا ہے، اس لئے درست نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے جب اپنی کتاب "تمام المنۃ" کے اندر ابن حجر رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کو نقل کرکے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اسی حدیث پر انقطاع کی وجہ سے حکم لگایا، تو عبد المجید رحمہ اللہ اسی پر تعلیق لگاتے ہوئے لکھتے ہیں: "قلت: وفي هذا نظر، فإنه لا يلزم من كون راوٍ من التابعين لم يسمع من صحابي قد مات بعد مدة من زمان أنه لم يسمع من صحابي قد مات بعد ذلك الصحابي المتأخر الوفاة. فسعد الحسن البصري قد سمع خطبة عثمان رضي الله عنه

تما هو مصرح فی "المعجم الکبیر" (١) للطبرانی بسند جید. ولکنه لم یسمع من أبی هریرة، وقد تأخر وفاته بعد عثمان بمدة مدیدة - فهذا شیئ لا طائل تحته، والله الموفق للصواب

(ص ٩٥) یعنی "اس میں دلیل ہے، کیونکہ ضروری نہیں کہ تابعی نے اگر کسی نے ایسے صحابی سے سماع نہیں کیا جو کچھ عرصہ بعد فوت ہوا ہو تو اس نے کچھ عرصہ پہلے فوت ہونے والے سے بھی اس نے سماع نہ کیا ہو،

حسن بصری کو دیکھیں اس نے عثمان رضی اللہ کا خطبہ سنا ہے - جیسا کہ امام طبرانی کی "المعجم الکبیر" میں سند جید کے ساتھ اسکی صراحت موجود ہے، لیکن اس نے ابو ہریرہ سے نہیں سنا. بلکہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ عرصہ بعد فوت ہونے میں. پس یہ ایسی چیز ہے جس کے ذریعے

اللہ ہی درست بات کی توفیق دینے والا ہے۔ واللہ أعلم (ص ٩٥)

یہ تھی جد امجد رحمہ اللہ کی تعلیق کے انھوں نے مثال دیکر واضح کیا کہ ابن حجر رحمہ اللہ کا اعتراض قابل التفات نہیں، جسکی میں نے اپنی کلام سے اچھی طرح وضاحت کردی ہے،

تنبیہ :- سابقہ صفحات میں ابن حجر رحمہ اللہ کا جو قول انکی کتاب "نتائج الافکار" سے نقل کیا گیا ہے۔ اسی میں انکے الفاظ ہیں "وقد عهد منه الارسال عمن لم يلقه"۔

مگر علامہ البانی نے امام سیوطی کی کتاب "تحفۃ الابرار بنکت الاذکار" سے ابن حجر کے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اسی طرح ہیں "وقد عهد منه الارسال عمن يلقاه"۔

اسکا معنی یہ بنتا ہے کہ اسی (ابو مجلز) نے جس سے ملاقات کی اسی سے ارسال کیا ہے۔ تو یہ الفاظ درست نہیں، جس کا غلط ہونا سیاق کلام سے ثابت ہو جاتا ہے، اور ان الفاظ سے ابن حجر کا بنیادی اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ تو ابو مجلز اور ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ کا عدم لقاء کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور دلیل امام علی بن المدینی کے قول سے لے رہے ہیں، تو کیا یہ عجیب نہ ہوگا کہ دلیل عدم لقاء کی لے رہے ہیں اور عدم لقاء ہی کو ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ہم کہہ رہے ہیں کہ اسی سے ارسال تھا جس سے ملاقات کی ہے، مزید کی بات کہ اسی سے تو خود ابن حجر رحمہ اللہ پر رد ہو رہا ہے کہ وہ خود مان رہے ہیں کہ ابو مجلز نے ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے، تو جب ادراک بھی کیا ملاقات بھی ہے مگر ہم بھی ارسال! یعنی اسی طرح انکے قول ہی سے عدم انقطاع ثابت ہو رہا ہے،

بعد حال ابن حجر کے درست الفاظ وہ ہیں جو میں نے انکی کتاب "نتائج الافکار" سے نقل کیے ہیں - اور علامہ البانی نے نقل کردہ الفاظ غلط ہیں، فلیتنبہ علی ذالک۔

علامہ البانی نے اس حدیث کے ضعف پر ایک دوسرا اعتراض بھی وارد کیا ہے - اور وہ ہے اس حدیث کا موقوف ہونا - یعنی انکا موقف ہے کہ یہ حدیث اصل میں - اگر [redacted] اسکو صحیح مانا جائے - موقوف ہے، مرفوع ہونا اسکا درست نہیں،
چنانچہ آپ رقمطراز ہیں،

"وقد وجدت للحدیث علة اخری - وھی الوقف" فقد اخرجہ ابن أبی شیبة فی "المصنف" (۱/۲۹۷) من طریق ابی بردة قال: کان أبو موسی اذا فرغ من صلاتہ قال: "اللھم اغفرلی ذنبی، ویسرلی امری، وبارک لی فی رزقی"۔ وسندہ صحیح۔ وھذا یرجح ان الحدیث اصلہ موقوف - وانہ لا یصح رفعہ۔ وانہ من اذکار الصلاۃ لو صح۔

یعنی مجھے حدیث میں دوسری علت بھی ملی ہے - اور وہ اسکا موقوف ہونا، ابن أبی شیبة "المصنف" (۱/۲۹۷) میں ابوبردة کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ابو موسی جب [redacted] اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو کہتے ــــ الخ۔ تمام التنزیہ (۹۶)

جزاہ اللہ علامہ البانی نے اس قول پر تعلیق تین ہیرے فرمائے ہیں: "والاسف ان العلامة الالبانی حفظہ اللہ لم یراع تفاوت

(۱): والاسف رحمہ اللہ تعالی

الفاظ الدعائين ، ثم انه يحتمل أن يكون الدعاء قد ورد في الوضوء والصلاة . فلا وجه للاعلال به . فتدبر .

وأما الاعلال بالانقطاع ، فإن أحدا من الأئمة المتقدمين لم يعلل بعدم سماع أبي مجلز من أبي موسى رضي الله عنه . حتى الامام ابن ابي حاتم لم يذكره في مراسيله . ولم يذكر الحافظ ابن حجر سلفا في اظهار تشكيك سماع أبي مجلز من أبي موسى رضي الله عنه . ولم يذكر على ذلك شيئا من الدليل . وغاية ما قال : انه كان يرسل ، والفرق بين الارسال والتدليس بين لا يخفى من مثل الحافظ ولا يلزم من كون احد من التابعين قد ارسل عن صحابي في موضع او موضعين أنه كان يرسل في كل موضع - نعم ! اذا كان قد صرح أحد من الأئمة الجرح والتعديل أن هذا الرجل قد ارسل عن الصحابي الفلاني فهذا يكون سببا للقدح لا بمجرد الظن والتخمين . وأبو مجلز من كبار التابعين فسماعه من ابي موسى رضي الله عنه ليس ببعيد . فإذا لم يصرح أحد من الأئمة المتقدمة بعدم سماعه من أبي موسى فسماعه هو الثابت المتيقن . فلا نترك اليقين بالوهم والشك . فالحديث - والحمد لله - صحيح . والله أعلم بالصواب .

وقد أدخل الحافظ المزي في "تهذيب الكمال" أبا موسى الأشعري رضي الله عنه في شيوخ أبي مجلز ولم يتكلم بخلاف هذا .

وهذا أيضا مؤيد لما ذهبنا اليه . والله الموفق ،

یعنی " افسوس کہ علامہ البانی حفظہ اللہ نے دونوں دعاؤں کے الفاظ کے فرق کا لحاظ نہیں کیا، ہمارا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دعا وضوء اور نماز (دونوں) کے لئے ہو، تو یہ کوئی وجہ نہیں اسی (حدیث) کو معلول کرنے کے لئے،

اور باقی رہا (حدیث کو) انقطاع کی وجہ سے معلول قرار دینا تو ائمہ متقدمین میں سے کسی ایک (امام) نے بھی ابو مجلز کے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے عدم سماع کا نہیں کہا، یہاں تک کہ امام ابن ابی حاتم نے اسکو اپنی مراسیل میں ذکر نہیں کیا، اور ابن حجر نے جو ابو مجلز کے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سماع کے شک کا اظہار کیا ہے تو ہمیں سلف سے اسکا ثبوت نظر نہیں آیا، اور نہ ہی ابن حجر نے اسی پر کوئی دلیل ذکر کی ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ اگر تابعین میں سے کوئی تابعی صحابی سے ایک یا دو جگہوں پر ارسال کرے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر جگہ ارسال کرتا ہے [1] تو جب ائمہ جرح وتعدیل میں سے کوئی جب صراحت کرے کہ اس شخص نے فلاں صحابی سے ارسال کیا ہے تو یہ نقصان (یعنی حدیث کے ضعف کا) سبب بن سکتا ہے۔ ناصر وھمرو گمان سے، اور ابو مجلز کبار تابعین میں سے ہے تو اسکا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سماع بعید ہے

تو جب ائمہ متقدمین میں سے کسی نے بھی اسکا ابو موسیٰ سے عدم سماع کا نہیں کہا تو (گویا) اسکا سماع یقینی طور پر ثابت ہوا۔
لہذا ہم یقین کو محض وھم وشک کی بناء پر نہیں چھوڑ سکتے، پس

---

[1]: اسکا مطلب یہ ہے کہ یعنی اگر کوئی تابعی کسی صحابی سے ارسال کرتا ہے تو اسی سے یہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اب وہ ہر صحابی سے ارسال ہی کریگا یا اب ہر صحابی سے اسکی روایت مرسل ہوگی۔ یعنی یہ بات غلط ہے،

ابو المحبوب عفا اللہ عنہ

حدیث - والحمدللہ - صحیح ہے ، واللہ أعلم بالصواب ۔

اور حافظ مزی نے "تہذیب الکمال" میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ابو مجلز کے شیوخ میں داخل کرنے کے خلاف کوئی کلام نہیں کیا، جس سے - جسکی طرف جھکاؤ ہوتا ہے - اسکی تائید ہوتی ہے ۔ واللہ الموفق

تمام المنۃ ، ۹۷-۹۶)

قارئین کرام ! شیخ محمد امجد رحمہ اللہ کی تعلیق ۔ کہ اسی جگہ مزید بات کو واضح کرتے ہوئے ابو مجلز کے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سماع کے اثبات پر گفتگو کی ، باقی جو انہوں نے جو یہ فرمایا کہ "ہو مثلاً ہو یہ دعاء ضدہ اور غلط (دونوں) کے لئے آتا ہے" تو اسی میں نظر ہے ۔ جیسا آگے اسکی وضاحت ہوگی ،

علامہ البانی رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے اثر (یعنی موقوف) کو مرفوع پر جو ترجیح دی ہے تو میں اسکی کوئی توجیہ نظر نہیں آتی ، اور نہ ہی انہوں نے اسی پر کوئی دلیل پیش فرمائی کہ جس سے موقوف کو مرفوع پر ترجیح حاصل ہوجائے ، محض موقوف اور مرفوع کے اختلاف کو دیکھ کر موقوف کو ترجیح حاصل نہیں ہوجاتی ۔ جبکہ ہم (اگر تطبیق کو مدنظر نہ رکھا جائے) موقوف اور مرفوع روایت کی سند کو دیکھتے ہیں تو [illegible] میں مرفوع حدیث کو موقوف پر ترجیح نظر آتی ہے ، اس لئے کہ مرفوع روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں ۔ مثلاً ابو مجلز ثقہ ہے [1] اور بعد عباد بن عباد وہ بھی ثقہ ہے [2] عباد بن عباد سے روایت کرنے والا معتمر بن سلیمان ہے ۔

---

(۱) : التقریب : ص ۵۴۴)

(۲) : تقریب میں اگرچہ ابن حجر نے اسکو "صدوق" کہا ہے ، لیکن راجح قول میں وہ ثقہ ہے جیسا کہ "تانیب الافکار" میں انہوں نے کہا ہے کہ "وہ ثقہ ہے"

تقدیب میں ابن حجر حجر فرماتے ہیں: ثقہ [1] پھر معتمر سے پانچ رواۃ روایت کرتے ہیں

١- الامام عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبۃ [2]

٢- الامام مسدد بن مسرھد [3]

٣- محمد بن الفضل السدوسی الملقب بعارم [4]

٤- محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء المقدمی [5]

٥- محمد بن عبد الاعلیٰ [6]

اور موقوف روایت ح بھی تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ لیکن اوپر میں یونس بن ابی اسحاق السبیعی ح، الخ متعلق ابن حجر رحمہ اللہ تقریب میں فرماتے ہیں: صدوق یھم قلیلاً [7]

لہٰذا لازم مرفوع حدیث ح تمام رواۃ ثقہ ہیں اور موقوف کا ایک راوی صدوق لوھم مگر غلطیاں بھی کرتا ہے، لہٰذا ایسی حالت میں اسکی وہ لیتہ مرفوع ہوگی ترجیح پائیگی؟؟ بد کہ ترجیح تو مرفوع کو اس پر ہونی چاہئے کہ الخ تمام رواۃ ثقہ ہیں،

[redacted]

---

(١) : التقریب : ص ٥٠٠)

(٢) : ثقہ حافظ : التقریب ص : ٢٨٦)

(٣) : ثقہ حافظ : التقریب : ص ٤٨٩)

(٤) : ثقہ ثبت التقریب : ص ٤٦٧)

(٥) : ثقہ : التقریب : ص ٤٣٧)

(٦) : ثقہ : التقریب : ص ٤٥٦)

(٧) التقریب : ص ٥٦٩)

ویسے مخالفت محض موقوف روایت کو مرفوع کرنے میں نہیں ہوتی، بلکہ مرفوع کو موقوف کرنے میں بھی مخالفت ہوتی ہے، تو جب مرفوع والی حدیث میں ترجیح کا قرینہ موجود ہے تو ایسی صورت میں لازماً موقوف کو ترجیح کسی بناء پر ؟؟؟

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ موقوف کا ایک راوی "صدوق یھم قلیلاً" ہے، لیکن اگر وہ بھی ثقہ ہی ہوتا تب بھی موقوف کو ترجیح نہ ہوتی بلکہ مرائن کو [redacted]، دیکھکر فیصلہ کیا جاتا، تو جب وہ راوی یہ بھی "صدوق" اور غلطیاں بھی کرتا ہے ایسی صورت میں اسکی روایت کو ترجیح دینا مجھے بلکہ اصولاً بھی کسی طور درست معلوم نہیں ہوتا،

لھذا اگر ترجیح کی بات ہوگی تو اسی صورت میں ترجیح ان شاء اللہ العزیز مرفوع حدیث کو ہوگی نہ کہ موقوف کو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ احادیث مختلفہ کے مابین تطبیق اولیٰ ہے ان میں سے کسی کو رد کرنے سے،

تو اسی حوالے سے میں عرض کرتا ہوں کہ یہ ایک حدیث نہیں بلکہ دو مختلف حدیثیں ہیں، یعنی مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی، کہ اسی حدیث کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرنے والے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ میں تو بیان کرنے کے بعد اسی پر عمل بھی شروع کردیا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان وعظمت یہی تو تھی، تو ایک راوی نے مرفوع والی حدیث بیان کی اور دوسرے نے اسکا عمل دیکھا وہ بیان کیا، اسی میں کیا حرج ہے،

لیکن اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تطبیق تب ہوگی جب مرفوع اور موقوف کے الفاظ میں موافقت ہو، مرفوع میں وضوء سے پہلے

پہلے یا بعد وضوء کے بعد الفاظ ہیں اور موقوف میں نماز کے بعد
کے الفاظ ہیں، تو تطبیق کیسے ہوگی؟ تو اسکے لئے عرض ہے کہ
مرفوع حدیث میں محفن وضوء والے الفاظ درست نہیں [redacted]،
کیونکہ محمد بن سلیمان سے جتنے رواۃ نے یہ حدیث بیان کی ہے، مثلاً
امام ابن ابی شیبۃ ؒ امام ھناد ؒ محمد بن الفضل عارم ؒ محمد بن
ابی بکر المقدمی، ان میں سے کسی نے بھی اس سے صرف وضوء والے
الفاظ بیان نہیں کیے، بلکہ انہوں نے وضوء اور [redacted] نماز کا ذکر کیا
ہے اور نماز کے بعد دعا کا ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو "نتائج الافکار"
(۱/۲۶۳-۲۶۲) لابن حجر۔ محفن وضوء کے الفاظ محمد بن
عبد الاعلیٰ نے ذکر کیے ہیں، ملاحظہ ہو "عمل الیوم واللیلۃ"
ص ۲۷۲ ح ۸۰) للنسائی۔ "عمل الیوم واللیلۃ" (۱/۷۱)
لابن السنی۔ [redacted] لہذا یہ الفاظ شاذ ہیں اور جماعت ح
ذکر کردہ الفاظ محفوظ ہیں۔ یعنی یہ دعا وضوء کے بعد کی
نہیں بلکہ نماز کے بعد کی ہے، اور اسی شذوذ کی طرف
"نتائج الافکار" میں ابن حجر ؒ نے اشارہ کیا ہے، واللہ اعلم،
تو اسی طرح بحمد اللہ تعالیٰ دونوں حدیثوں کے مابین
بغیر کسی تکلف و تعسف کے تطبیق ہو جاتی ہے،

علامہ البانی نے ایک اور بھی اعتراض کیا ہے کہ یہ دعا
نماز کے بعد مقید بھی درست نہیں بلکہ مطلقاً [redacted] ہے،
اور اس پر ترمذی والی حدیث (جو ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے) دلیلاً پیش کی ہے کہ اس میں بغیر وضوء اور نماز
کے مطلقاً دعا کا ذکر ہے، تمام المنۃ ص ۱۹۶
حالانکہ انکا یہ بھی اعتراض درست نہیں،

پہلی بات یہ ہے کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ اور سبب ضعف اس میں دو ہیں۔

۱ - اس حدیث میں ابو السلیل ضریب بن نفیر یا ابن نفیر - ع ابن ت ابو ہریرہ سے نہیں سنا، ملاحظہ ہو - تہذیب الکمال: ۱۳/۱۳۱) تہذیب التہذیب ۴/۴۰۱) تحفۃ التحصیل - ص ۱۵۶) لابی زرعۃ العراقی

لہذا ضریب بن نفیر کی ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث مرسل ہے۔

۲ - اس روایت میں ابو السلیل سے روایت کرنے والے سعید بن ایاس الجریری ابو مسعود البصری گو اگرچہ وہ ثقہ ہے لیکن اس کو اختلاط لاحق ہوگیا تھا، اور اختلاط سے قبل اس سے سماع کرنے والے ۷ رواۃ ہیں

۱ - حماد بن سلمۃ

۲ - امام سفیان ثوری

۳ - امام شعبۃ

۴ - ابن علیۃ

۵ - عبد الاعلیٰ

۶ - حماد بن زید

۷ - سفیان بن عیینۃ

۸ - عبد الوارث بن سعید

۹ - عبد الوہاب بن عبد المجید الثقفی

۱۰ - معمر

۱۱ - وہیب بن خالد

۱۲ - یزید بن زریع

ملاحظہ ہو۔ نہایۃ الاغتباط ص - ۱۳۰ - ۱۴۹) تہذیب التہذیب ۴/۶) اور ان میں سے اس حدیث میں سعید سے روایت کرنے والا

ان میں سے نہیں ہے، بلکہ عبد الحمید بن الحسن ابو عمر ہے، لھذا اسکی روایت بعد از اختلاط میں شمار کی جائیگی،

تنبیہ ۱- اس حدیث کو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے "انوار الصحیفہ ص ۹۶ ی" میں ذکر کرکے صرف ایک علۃ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور وہ ہے سعید کا اختلاط، فرماتے ہیں: اسنادہ ضعیف۔ الجریری اختلط۔

اور دکتور بشار عواد حفظہ اللہ نے بھی ایک علۃ کا اشارہ کیا ہے اور وہ ہے ابو السلیل کا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ عدم سماع، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: اسنادہ ضعیف لانقطاعہ۔ فان ضریبا بن نفیر لم یسمع من أبی ھریرۃ۔

کہ اسکی سند انکے انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ ضریب بن نفیر نے ابو ھریرہ سے نہیں سنا، الجامع الکبیر (۴۸۰/۵)

بہرحال اس میں [redacted] ضعف کے دو سبب ہیں، لھذا جب یہ حدیث بذات خود ضعیف ہے خصوصا اسکو علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی ضعیف الترمذی ص ۴۵۲/ح ۱۹۲۴ میں ذکر کرکے ضعیف قرار دیا ہے فرماتے ہیں: ضعیف لکن الدعاء صحیح اھ۔

ضعیف ہے مگر دعا (کے الفاظ) صحیح ہیں۔ توجہ: حدیث ضعیف ہے تو ایسی صورت میں [redacted] اس حدیث سے ابو موسی اشعری رضی اللہ کو معلول نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بلکہ اس حدیث سے اس حدیث کو معلول قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس میں ضعف ہے،

[redacted]

ویسے دعا کسی وقت بھی پڑھی جاسکتی، لیکن اس حدیث میں اسکا مسنون طریقہ نماز کے بعد آیا ہے، لھذا اس دعا کو نماز کے بعد والے اذکار مسنونہ میں شامل کیا جائے۔ اسکے علاوہ اگر کوئی [redacted] کسی وقت پڑھنا چاہے تو مانع نہیں پڑھ سکتا ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی

[redacted]

مرفوع حدیث صحیح اور موقوف حسن لذاتہ ہے۔ [redacted] ان شاء اللہ العزیز۔ [redacted] اور مرفوع حدیث پر کیے جانے والے تمام اعتراضات قابل توجہ نہیں۔ جسکا ہم اوپر اچھی طرح بحمد اللہ التعالیٰ وتوفیقہ ازالہ کر آئے ہیں۔ لہذا اس دعا کو غازی کے بعد والے اذکار مسنونہ میں شامل کیا جائے۔ اور وضوء میں یہ دعا نہ پڑھی جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم آمین

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك أنت الوهاب۔

القرآن۔

سبحانك اللهم وبحمدك [redacted] اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك۔